OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 64-76

بلوچستان کے صوفیا اور خانقاہیں: تعارف، خدمات، اثرات

Sufiya and Monasteries of Balochistan Introduction, Services and Effects

Dr. Syed Bacha Agha
Assistant Professor
Govt: Postgraduate College, saryab road Quetta, Balochistan.

ABSTRACT

Like in the other parts of the subcontinent, the publications of Islamic teachings in Balochistan, became possible due to Sufiya'a. The spiritual effects of these Sofiya'a, where they arrived in the corner of the subcontinent, how can Balochistan be deprived of them. Baluchistan has earned religious facts from Sufi teachings, which can be estimated at the Sufi poetry, shrine, rituals, and literature, especially in the poets of Sufism. There are many shrines of shuyookh in Balochistan, but apart from them, there are such places in Balochistan which are attributed to Shuyookh and social reforms are a major role of them.

Keywords: Balochistan, Sufiya'a, Shrine, Monasteries, Social reforms.

برصغیر پاک وہند کے دوسرے حصوں کی طرح بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت ، خلق خدا کو تعلیمات نبوی ﷺ سے آراستہ کرنے اور ان کی روحانی آبیاری کا سہرا صوفیائے کرام کے سر ہے۔ ان باصفا ہستیوں کے روحانی اثرات جہاں برصغیر کے کونے کونے میں پہنچے، وہاں بلوچستان ان سے کس طرح محروم رہ سکتا تھا۔ اہل بلوچستان نے صوفیاء کرام کی تعلیمات سے کماحقہ اکتساب فیض کیا، جس کا اندازہ یہاں کے صوفیائے کرام، خانقاہوں، مزارات، رسم ورواج اور ادب بالخصوص شاعری پر تصوف کے اثرات سے کیا جاسکتا ہے۔ بلوچستان میں موجود سلسلہ ہائے طریقت کے بزرگوں کے مزار وخانقاہیں تو مرجع خلائق ہیں ہی، ان کے علاوہ بھی

بلوچستان میں ہر جگہ ایسے ایسے مزار موجود ہیں جنہیں بزرگوں سے منسوب کیا جاتا ہے اور معاشرتی اصلاح وامن میں ان کا ایک اہم کردار ہے۔

بلوچستان ماضی میں ایک ایسا سنگلاخ خطہ اور بے آب وگیاہ تھا جہاں علم وعرفان، شعور وآگاہی اور تعلیم وتعلم کی روشنی بہت دیر سے پہنچی۔ اگرچہ اس خطے میں اسلام کی آمد ابتدائی دور میں ہی ہوگئی تھی، تاہم دشوار گزار راستے، بے پناہ وسیع رقبہ اور کم ترین آبادی کی وجہ سے اشاعت اسلام کا عمل یقینا بہت کھٹن رہا۔ اگرچہ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر اقدار وروایات قبائلی ضابطوں کے مطابق ہی متعین ہوا کرتی تھیں۔ اس کا اندازہ ماضی میں ہونے والی بین القبائلی جنگوں، بے پناہ توہمات، ضعیف الاعتقادی اور دوسری بہت سی رسوم سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس صورتحال کو تبدیل کرنے میں یقینا علماء وصوفیاء کرام کا بے پناہ کردار ہے۔ پیش نظر مقالے میں صوفیائے کرام کی انہی خدمات واثرات کو تفصیلاً واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

صوفیائے سلسلہ نقشبندیہ:

سلسلہ نقشبندیہ بلوچستان میں اپنا ایک وسیع حلقہ ارادت رکھتا ہے، اس سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت میاں عبدالحکیمؒ عرف نانا صاحب (۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء) ہیں، جس کا مزار مبارک ضلع دکی میں تل نامی علاقے میں واقع ہے جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ صاحب حال بزرگ تھے، تصوف پر آپ کے تصانیف بھی موجود ہیں۔ حضرت میاں عبدالحکیمؒ کے خلفاء میاں نور محمد قندہاری، ملا عثمان اخوند اور میاں محمد حسن یلیین زئی نے بھی اپنے شیخ ناناصاحب کی اتباع میں سلسلہ نقشبندیہ کو وسعت دینے، خلق خدا کو رجوع الی اللہ کی جانب متوجہ کرنے اور ان کے اخلاق ظاہرہ وباطنہ کو کدورتوں سے پاک کرتے ہوئے انہیں ذکر الٰہی سے منور کرنے میں قابل قدر کام کیا ہے۔ اسی طرح ملا طاہر المعروف باباخرواری، جو حضرت میاں عبدالحکیمؒ کے خاص مرید تھے، صاحب کشف وکرامات اور عظیم بزرگ گزرے تھے۔ تبلیغ اسلام کے لئے آپ نے غیر معمولی کام کیا(۱) آپ کا مزار بلوچستان کے معروف تفریحی مقام "وادی زیارت" سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ (وادی زیارت کا اصل نام "غوسکی" تھا جو بعد میں خرواری بابا کے مزار کی وجہ سے زیارت پڑ گیا۔ پشتو زبان میں زیارت مزار کو کہتے ہیں)۔

بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے جن دیگر بزرگوں کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان میں حضرت میاں روح اللہ صاحبؒ عرف کاکاصاحب گانگلزئی، خواجہ فیض الحق جان

چشمویؒ، خواجہ محمد عمر چشمویؒ، خواجہ عبدالحی جان چشموی اور مولانا محمد صدیق نقشبندی مستونگی شامل ہیں۔ ان بزرگوں میں حضرت میاں روح اللہ صاحبؒ عرف کاکاصاحب گانگلزئی ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء کو پشین کے گاؤں گانگلزئی میں پیدا ہوئے اور آپ کا مزار مبارک بھی اسی گاؤں میں موجود ہے جو مرجع خاص وعام ہے۔ آپ عمر بھر دعوت دین کے کام میں مشغول رہے۔ آپ کی متعدد تصانیف بھی ہیں جبکہ تفسیر جلالین کا حاشیہ "ترویح الارواح" کے نام سے آج بھی پاکستان، افغانستان اور ہندوستان میں مشہور ہے، جو آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے۔ آپ کے حلقہ ارادت میں ہزاروں لوگ شامل تھے۔(۲)

خواجہ فیض الحق جان چشمویؒ، حضرت میاں روح اللہ صاحبؒ عرف کاکاصاحب گانگلزئی کے مرید تھے جو پانچ سال کے مختصر عرصہ میں خلعت خلافت سے سرفراز ہوگئے۔ آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے اور عمر بھر لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ آپ کا وصال ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء کو ہوا۔ خواجہ فیض الحق جان چشمویؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد عمر جان چشمویؒ اپنے والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ علوم ظاہری وباطنی دونوں پر دسترس رکھتے تھے اور باکمال صوفی بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ خواجہ محمد عمر جان چشمویؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبدالحی جان چشمویؒ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ جامع علم وعمل، علوم عقلی ونقلی سے آگاہ اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ اسرار ربانی سے واقف صاحب کرامات بزرگ تھے، بہت سے حضرات کو خلعت خلافت عطاء فرمائی۔ آپ کے ارشادات پر مبنی تصانیف ارشادالسالکین اور ارشادالمصلین آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء / ۱۳۸۸ھ کو ہوا۔(۳)

بلوچستان میں اس وقت بھی سلسلہ نقشبندیہ کے کئی بزرگ و شیوخ وجود رکھتے ہیں جن میں سید مولاناعبدالاحد آغااور سید عبدالصمد جان آغامشہور ہستیاں ہیں۔ یہ دونوں شیوخ آپس میں بھائی ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ کے نامور شیخ، مفسر قرآن مولانا محمد یعقوب چرخیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ سید عبدالصمد جان آغا کا خانقاہ کوئٹہ کے مضافاتی شہر کچلاک میں واقع ہے جو خانقاہ صاحب آغا سے مشہور ہے، جبکہ سید مولاناعبدالاحد آغا کا مدرسہ وخانقاہ کوئٹہ شہر سے متصل سپنی روڈ خلجی آباد میں "جامعہ راحت القلوب وخانقاہ یعقوبیہ(۴)" کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ آپ علم ظاہر وباطن کے باکمال شخصیت ہیں اور ہزاروں کے تعداد میں تشنگان علوم ظاہرہ وباطنہ کو سیراب کرتے رہے

ہیں۔ حضرت مولانا سید عبدالاحد آغا کی دینی خدمات کا سلسلہ زمانہ طالبعلمی سے ہی اور خاص کر ۱۹۷۵ء میں ملک کے معروف دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے سند فراغت کے حصول کے بعد سے جاری ہے۔ ہزاروں تشنگان علم کی پیاس بجھاتے چلے آرہے ہیں ساتھ ہی سلسلہ طریقت کو جاری رکھتے ہوئے مخلوق خدا کے روحانی تربیت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔۸ ذی الحج ۱۴۲۸ھ بمطابق ۸ دسمبر ۲۰۰۷ء کو خلجی آباد بروری کوئٹہ میں جامعہ راحت القلوب وخانقاہ یعقوبیہ کی داغ بیل ڈالی جہاں علم ظاہر وباطن، شریعت وطریقت کے تشنگان کے افادے کے لیئے موقع ومقام فراہم کیا۔ جامعہ مذکورہ سے سالان امور شرعیہ کو فقہ حنفی کی روشنی میں فتویٰ بھی جاری کیے جاتے ہیں اور اب تک متعدد دقیق مسائل کے حل کے لیے متفق علیہ فتویٰ جاری کیے گئے ہیں خانقاہ مذکورہ میں نہ صرف ذکر واذکار یا بیعت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، بلکہ حضرت شیخ اپنے مریدوں کی اصلاح کے لیئے باقاعدہ درس بھی دیتے ہیں تاکہ مرید کا تعلق مع اللہ مضبوط تر ہو۔ مریدوں کے اصلاح ظاہر وباطن پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ حضرت مولانا سید عبدالاحد آغا ایک بارعب اور بے باک شخصیت کے مالک ہیں۔ اخلاص، تقویٰ، للٰہیت اور خدا خوفی کا سچا مظہر عقائد، اخلاق واعمال میں شرع کے پابند، تارک دنیا، راغب آخرت ہے، ظاہر وباطن طاعات پر مداومت رکھتے ہیں۔ تعلیم وتلقین میں اپنے شاگردوں ومریدوں پر شفیق ہیں۔ جو لوگ اس سے بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع وقلت حرص دنیا کے اچھی ہے۔ عوام وخواص یعنی فہیم دیندار لوگ ان کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ ان کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالی کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہے۔ خود بھی ذاکر وشاغل ہیں کیونکہ بدون عمل یا عزم عمل، تعلیم میں برکت نہیں ہوتی اور اپنے شاگردوں ومریدوں کو بھی عبادات واذکار پر مشغول دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ آپ عوام وخواص میں یکساں مقبول ہیں۔ آپ کی نظر خاطر ہمیشہ غرباء ولاچار افراد پر ہی ہوتی ہے۔ آپ اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتے ہیں کہ اگر بیک وقت کوئی صاحب حیثیت اور کوئی غریب شخص موجود ہوں تو آپ غریب کو ہی ترجیح دیتے ہیں اور اکثر آپ کے مجلس میں غرباء ہی ہوتے ہیں۔ صاحب ثروت کے مجلسوں سے ہمیشہ اجتناب اور غریب ولاچار کے مجلسوں میں بذات خود شرکت فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا سید عبدالاحد آغا کا دعوت عام اور بات دوٹوک ہوتی ہے، چاہے کوئی کتنا بڑا شخص ناراض کیوں نہ ہو۔ آپ کی مجلس، دعوت، تقریر، تحریر اور فیصلے صرف اور صرف شریعت محمدی ﷺ، فقہ حنفیؒ کے مطابق ہوتے ہیں۔ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون(۵)، کا سچا پیروکار

دکھائی دیتے ہیں۔ آپ خلاف شریعت امور کو قطعاً برداشت نہیں کرتے اور کھل کر خلاف شریعت امور کا رد اور مخالفت فرماتے ہیں۔ اسی وجہ سے کوئی غیر شرعی امر کا مرتکب شخص آپ کا سامنا کرتے ہوئے کتراتا ہے۔

صوفیائے سلسلہ قادریہ:

بلوچستان میں سلسلہ قادریہ کی ترویج واشاعت جس وسیع اور ہمہ گیر پیمانہ پر ہوئی اس کا سلسلہ فیض اب بھی جاری وساری ہے۔ بلوچستان میں جس شخصیت کی تعلیمات سے سلسلہ قادریہ کو فروغ حاصل ہوا وہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ(۱۰۳۹ھ /۱۶۲۹ء- ۱۱۰۲ھ /۱۶۹۰ء) ہیں۔ اگرچہ حضرت سلطان باہوؒبلوچستان تشریف نہیں لائے مگر آپ کے خلفاء جن میں بالخصوص ملا عالی کا اسم گرامی قابل ذکر ہے، نے براہ راست سلطان العارفین سے خرقہ خلافت حاصل کرکے سبی شہر کے قریب کڑک نامی گاؤں میں خانقاہ رشد وہدایت قائم کی۔(۶) سلطان العارفین کی تعلیمات اور فروغ شریعت وطریقت کے لئے قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں علمی اور ادبی لٹریچر کی اشاعت، کانفرنسوں کا انعقاد، تبلیغی دورے اور مدارس کا قیام بھی شامل ہے۔ غرضیکہ بلوچستان کے کونے کونے تک حضرت سلطان باہوؒ کی تعلیمات کو پہنچانے کی کاوشیں ہورہی ہیں۔ اس امر میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ حضرت سلطان باہو کے معتقدین کی کثیر تعداد بلوچستان کے کونے کونے میں موجود ہے جس کا اندازہ ہر سال ۲۹ جولائی کو کوئٹہ میں منعقد ہونے والی حق باہوؒ کانفرنس سے کیا جاسکتا ہے۔(۷)

بلوچستان میں سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے والے دیگر مشائخ میں پیر سید علی حیدر آغاؒ اور ان کے فرزند پیر سید زین الدین آغا گیلانیؒ قابل ذکر ہیں۔ ان کے مریدوں کی ایک اچھی خاصی تعداد بلوچستان میں موجود ہے۔ اسی طرح سید طاہر علاؤالدین گیلانی کے ساتھ ساتھ پیر ابوالخیر، اور حضرت ابراھیم جان آغا اپنا ایک وسیع حلقہ ارادت رکھتے ہیں۔ شمالی بلوچستان میں قیام پاکستان سے قبل سید یوسف گیلانیؒ غازی کشمیر نے سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے میں قابل قدر خدمات انجام دیں ،ان کا تعلق ژوب سے تھا۔ جبکہ حضرت رکھیل شاہ اور ان کے خلیفہ رشید سید چیزل شاہ نے ضلع کچھی وسبی وغیرہ کے اضلاع میں سلسلہ قادریہ کے ذریعے تصوف کی اشاعت میں قابل ذکر کام کیا۔ یہ دونوں صاحبان صوفی شاعر بھی تھے جنہوں نے سندھی وسرائیکی میں عارفانہ کلام تخلیق کیا جو بہت سے لوگوں کو زبانی ازبر ہے اور کمال کی تاثیر رکھتا ہے۔(۸)

صوفیائے سلسلہ سہر وردیہ:

بلوچستان میں سلسلہ سہر وردیہ کے جن بزرگوں نے رشد وہدایت کے چراغ روشن کئے ان میں حضرت خواجہ یحییٰ کبیر غور غشتیؒ (۷۰۷ھ /۱۳۰۷ء- ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء) کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ کے مرشد مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدینؒ (اوچ شریف) تھے۔ شیخ یحییٰ کبیرؒ کا زیادہ تر وقت کوہ سلیمان (ژوب بلوچستان) میں گزرا۔ آپ کے خاندان میں ہی ۲۹ ایسے بزرگ گزرے جو ولایت کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ سلسلہ سہر وردیہ کے تذکروں کے مطابق آپ کے مریدوں اور خلفاء کی تعداد ایک لاکھ تین سو ساٹھ تھی۔(۹)

برصغیر پاک وہند میں سلسلہ سہر وردیہ کے بانی شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کا مسکن اگرچہ ملتان تھا لیکن بلوچستان کو بھی آپ کی روحانی سلطنت سمجھا جاتا ہے۔ بلوچستان میں سلسلہ سہر وردیہ کو فروغ آپ کے مرید شیخ احمد بن موسیٰ سے ملا۔ شیخ احمد ضلع شیرانی کے رہنے والے تھے جنہوں نے اپنے مرشد کی نظر عنایت سے مرتبہ کمال کو پاکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کوہ سلیمان کی چوٹی پر آرام فرماہیں۔ آپ کی وفات کے بعد سلسلہ فیض آپ کے تینوں صاحبزادوں جو منبع فیض تھے، نے جاری رکھا۔ سلسلہ سہر وردیہ کے ایک اور معروف بزرگ شیخ حسن افغان (متوفی ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء) ہیں جو حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے مقبول ترین خلفاء اور سلسلہ سہر وردیہ کے شیوخ میں شمار ہوتے تھے، جنہوں نے اپنے قبیلہ غور غشت علاقہ شیرانی میں رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: "جب روز قیامت مجھ سے باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہماری سرکار میں تم کیا تحفہ لائے ہو تو میں کہوں گا کہ "حسن افغان کی مشغولی عبادت" میرا تحفہ ہے"(۱۰)۔ سلسلہ سہر وردیہ کی ایک اور عظیم شخصیت شیخ حسن عرف شیخ کٹہ متی زئی تھی۔ آپ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر، حضرت شیخ علی لواغوی اور خوشحال خان خٹک کے ہم عصر تھے۔ آپ کے دادا شیخ متی (شیخ محمود) قلات بابا کے نام سے معروف تھے، ان کا مزار قلات غلزئی کی اونچی پہاڑی پر زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ شیخ متی (قلات بابا) سلسلہ سہر وردیہ میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے خلیفہ تھے، آپ کا سن وفات ۶۶۸ھ / ۱۲۶۹ء ہے(۱۱) آپ صاحب فیض شخصیت تھے اور علاقے میں دین اسلام کی ترویج واشاعت میں کماحقہ کردار ادا کیا۔

صوفیائے سلسلہ چشتیہ:

بلوچستان میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان میں سے کچھ تو خود یہاں تشریف لائے اور کچھ کی تعلیمات یہاں پہنچیں۔ بلوچستان تشریف لانے والوں میں پیر کبار سید شیخ عطاء اللہ عرف شیخ اتو بن سید ابی سعید بن سید اسحاق کا نام نامی سر فہرست ہیں۔ آپ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ (متوفی ۵۲۷ھ / ۱۱۳۲ء) کے خلیفہ تھے۔ آپ اپنے وطن ضلع شیرانی میں تبلیغ اور اصلاح و تربیت میں مصروف رہے۔

سلسلہ چشتیہ کے تین نامور بزرگ سلطان سخی سرورؒ، حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ اور خواجہ غلام فریدؒ (کوٹ مٹھن) تھے۔ ان بزرگوں کے مزارات بلوچستان سے ملحق ضلع ڈیرہ غازی خان کی حدود میں واقع ہونے کی وجہ سے ان کے اثرات بلوچستان میں بھی آئے۔ ان میں سے حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ اصلاً بلوچستانی تھے۔ وہ پشتون قوم جعفر سے تعلق رکھتے تھے اور ضلع موسیٰ خیل کے مقام گڑگوجی میں پیدا ہوئے جو بعد ازاں تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان منتقل ہوگئے، آپ عرف عام میں پیر پٹھان کہلاتے ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید سرائیکی کے عظیم صوفی شاعر تھے۔ مگسی قبیلہ کے نواب قیصر خان اور ان کے فرزند گل محمد خان زیب مگسی، خواجہ غلام فرید کے مریدوں میں شامل تھے۔ اب بھی بلوچستان میں آپ کے عقیدت مندوں کا ایک حلقہ موجود ہے جو "جشن فرید" اور "یوم فرید" کے عنوان سے کوئٹہ اور سبی میں اجتماعات منعقد کرواتا رہتا ہے۔ آپ کی تعلیمات کو عام کرنے میں آپ کے عارفانہ کلام کا بڑا عمل دخل ہے جو بلوچستان کے اضلاع کچھی اور نصیر آباد وغیرہ میں کافی لوگوں کو زبانی ازبر ہے۔(۱۲) حضرت سلطان سخی سرور کا مزار بلوچستان و پنجاب کے سرحدی پٹی پر واقع ہے۔ آپ کے مزار کی وجہ سے اس علاقے کا نام ہی "سخی سرور" ہے۔ مولانا نور احمد فریدی لکھتے ہیں کہ: "حضرت سخی سرور سے بلوچوں کو والہانہ عقیدت رہی ہے، ہر سال آپ کے مزار نور بار پر بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے جس میں شرکت کے لئے مشرقی پنجاب تک سے وفود آتے ہیں"۔(۱۳)

مزارات وخانقاہیں:

بلوچستان میں موجود مزاروں میں بلاشبہ کچھ مزار ایسے درویشوں کے ہیں جنہیں اولیاء اور صوفیاء کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے، ان کی ایک طویل فہرست بلوچستان کے حوالے سے مشہور محقق ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی بلند پایہ تحقیقی کتاب "تذکرہ صوفیائے بلوچستان"(۱۴) میں درج

ہے۔ تاہم کچھ مقامات ایسے ہیں جنہیں کسی بزرگ سے منسوب کر دیا گیا، خواہ وہاں کوئی مقبرہ یا خانقاہ موجود ہو یا نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ اس درخت کے سائے میں کسی بزرگ نے آرام کیا تھا، یا یہ پہاڑ کسی درویش کا مسکن رہا، یا اس چشمہ سے کسی بزرگ نے پانی پیا ہے تو لوگ اس مقام کو زیارت گاہ مان کر ان پر جھنڈیاں لگا دیتے ہیں (۱۵) جیسا کہ کوئٹہ سبی شاہراہ پر درہ بولان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب نقش پا مبارک پر مزار بنا دیا گیا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کی زیارت اور منت مراد کے لیے آتے ہیں۔ پشتون بلوچ اقوام اپنے مورث اعلیٰ، مشاہیر اور بعض اوقات بلوچ اپنے قبائلی سردار کو روحانی قوتوں کا مالک تصور کرتے ہیں اور ان کے مزاروں سے عقیدت کے جذبات وابسطہ رکھے ہیں جیسا کہ بلوچ محقق میر گل خان نصیر لکھتے ہیں کہ:

"بلوچ پیر پرست ہیں لیکن وہ کسی زندہ پیر کو نہیں مانتے۔ ان کے پیر بالعموم بعض مشاہیر ہوتے ہیں جیسا کہ میر چاکر رند، میر نصیر خان نوری وغیرہ، یا وہ بزرگ جیسے دوپاسی، بی بی نانی، سوری اور مست توکلی وغیرہ یا وہ شئے (صوفی یا راہب) جیسا کہ شئے مرید، شئے حسن بلانوش، شئے حسن نورانی، شئے رجب اور بلال وغیرہ، جن کو فوت ہوئے عرصہ گزر چکا ہے۔" (۱۶)

اس کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی لکھتے ہیں کہ:

"یہ درست ہے کہ بلوچ اپنے مشاہیر اور بعض اوقات اپنے سردار قبیلہ کو بھی روحانی قوتوں کا مالک تصور کرتے ہیں اور ان کے مزاروں سے بھی عقیدت واحترام رکھتے ہیں۔ مگر میر گل خان نصیر کا یہ استدلال درست نہیں کہ وہ کسی زندہ پیر کو نہیں مانتے۔ آج بھی بے شمار بلوچ مختلف سلسلہ ہائے تصوف سے باقاعدہ بیعت ہیں اور اپنے پیروں یا ان کے خلفاء کے پاس باقاعدہ حاضر ہوتے ہیں اور ان سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح میر گل خان نصیر نے مشاہیر کے علاوہ جن صوفیاء کے ناموں کا ذکر کیا ہے وہ بھی اپنے وقت کے خدارسیدہ بزرگ رہے ہوں گے۔ بلوچ آج بھی ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں، ان کے مزاروں پر منتیں اور مرادیں مانگنے کے علاوہ ہر سال حاضری دینے کا بھی رواج ہے۔ تاہم بلوچستان میں بہت کم ایسے مزار اور خانقاہیں ہیں جن پر داتا گنج بخش یا لعل شہباز قلندر کے

مزارات کی طرح مہتم بالشان انتظامات ہوں یا ہر سال باقاعدگی سے عرس منعقد ہوتے ہوں، البتہ عقیدت کا عالم وہی ہے جو برصغیر کے دیگر نامور صوفیائے کرام کے مزاروں سے ان کے عقیدت مندوں کا ہے۔"(۱۷)

لیکن ڈاکٹر قیصرانی کی اس بات سے اتفاق نہیں کہ "بلوچستان میں بہت کم ایسے مزار اور خانقاہیں ہیں جن پر ہر سال باقاعدگی سے عرس منعقد ہوتے ہوں" بلکہ ایسے بہت سے مزارات وخانقاہیں موجود ہیں جہاں ہر سال باقاعدگی سے اجتماعات، مریدوں کے اصلاح کے لئے وعظ ونصائح وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت سلطان باہوؒ کے معتقدین ہر سال ۲۹ جولائی کو کوئٹہ میں حق باہوؒ کانفرنس کا انعقاد کرتے ہیں، حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے معتقدین "جشن فرید" اور "یوم فرید" کے عنوان سے ہر سال کوئٹہ اور سبی میں اجتماعات منعقد کرتے ہیں اور ضلع جھل مگسی کے شہر گنداوہ کے مقام پر موجود مزارات پر ہر سال باقاعدگی سے عرس منعقد کیا جاتا ہے، جہاں پر چند سال قبل عرس کے موقع پر خودکش دھماکہ بھی ہوا تھا۔

اصلاحی خدمات:

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ بلوچستان ماضی میں ایک ایسا سنگلاخ خطہ اور بے آب وگیاہ تھا جہاں علم وعرفان، شعوروآگاہی اور تعلیم وتعلم کی روشنی بہت دیر سے پہنچی۔ اگرچہ اس خطے میں اسلام کی آمد ابتدائی دور میں ہی ہو گئی تھی، تاہم دشوار گزار راستے، بے پناہ وسیع رقبہ اور کم ترین آبادی کی وجہ سے اشاعت اسلام کا عمل یقینا بہت کٹھن رہا۔ اگرچہ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر اقدار وروایات قبائلی ضابطوں کے مطابق ہی متعین ہوا کرتی تھی۔ اس کا اندازہ ماضی میں ہونے والی بین القبائلی جنگوں، بے پناہ توہمات، ضعیف الاعتقادی اور دوسری بہت سی رسوم سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس صورتحال کو تبدیل کرنے میں یقینا علماء وصوفیاء کرام کا بے پناہ کردار ہے، جنہوں نے فرسودہ قبائلی ضابطوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں ان خدمات ہی کا نتیجہ ہے کہ قبائلی ضابطے وروایات اگرچہ جابجا روبہ عمل ہیں لیکن ان میں وہ شدت باقی نہیں رہی جو ماضی میں موجود تھیں بلکہ اس پر اسلامی اثرات نمایاں ہیں۔ "بہت سی قبیح رسوم ترک کردی گئی ہیں اور طرز معاشرت میں خاصی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اس عظیم انقلاب کا سہرا انہی برگزیدہ ہستیوں کے سر ہے جنہوں نے اس دور دراز اور دشوار گزار خطے میں محبت واخوت کے چراغ روشن کئے، اسلام کی تعلیمات کو عام کیا، مدارس قائم کئے، لوگوں کو قبیح رسوم کے نقصانات

سے آگاہ کیا اور ایسا ادب تخلیق کیا جس نے لوگوں کے دلوں میں مثبت اقدار کو اپنانے کی تڑپ پیدا کی ۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں اولیاء اللہ بھی تھے، علماء بھی، واعظین بھی اور صوفی شعراء بھی تھے"۔(۱۸)

سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ مولانا محمد صدیق مستونگی نقشبندیؒ نے شبانہ روز محنت اور تعلیم وتربیت کے ذریعے بہت سی قبیح رسوم کا خاتمہ کیا مثلاً عشرہ محرم میں بالوں کو نوچنا اور سینہ کوبی کرنا، تابوت بنانا اور دفنانا، شادی کے وقت ڈھولک بجانا اور مردوں کے ساتھ رقص کرنا، بلند چوٹیوں پر ایک لکڑی کو گاڑ کر اس پر پیر کے نام کا رومال باندھنا اور اس مقام کو" مکان پیر" کے نام سے مشہور کر دینا، پھر اسی لکڑی کو پیر سمجھ کر بوسہ دینا، انتقام جوئی میں دائرہ شرع سے تجاوز کرنا، اپنے جھگڑوں میں شرع کی بجائے جرگہ کی جانب رجوع کرنا وغیرہ(۱۹) وہ امور ہیں جسے مکمل ختم کرنے یا کسی حد تک اس پر قابو پانے میں آپ کامیاب رہے۔

اسی طرح بلوچستان کا معروف مکتبہ "مکتبہ درخانی" جس کی بنیاد مولانا محمد فاضل درخانی نے انیسویں صدی میں مولانا عبد الغفور ہمایونیؒ سے فیض حاصل کرنے کے بعد ڈھاڈر (ضلع بولان) کے قریب درخان کے مقام پر رکھی، بلوچستان کے غلط رسوم ورواج کے خاتمے کا اہم سبب بنا۔ " یہاں باقاعدہ درس وتدریس کا انتظام ہوا۔ اس مدرسے سے فارغ التحصیل حضرات بلوچستان کے گوشے گوشے میں دین حق کے احیاء کے لئے گئے، لوگوں کو غیر اسلامی رسوم ترک کرنے کی تلقین کی اور چند سالوں میں ہی بلوچستان کے طول وعرض کے علاوہ افغانستان اور ایران میں اسلامی لٹریچر پھیل گیا۔ کوئی ایسا موضوع نہیں کہ اس پر مدرسہ کے فارغ التحصیل علماء نے نہ لکھا ہو۔ ہر نماز کے بعد مولانا محمد فاضل خود وعظ فرماتے: یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ جو شخص صرف ایک مرتبہ آپ کا وعظ سنتا تو وہ گناہوں سے تائب ہو کر نیک وپارسا بنتا"۔(۲۰) اس سلسلے میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں کہ:

> ”مولانا موصوف نے ان علاقوں کے عوام کی ایسی اصلاح کی کہ جہاں رات دن ڈاکے پڑتے تھے اور قتل وغارت گری کرنا بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا وہاں ایسا امن ہوا کہ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ وہ کام جو بڑے بڑے جابر حاکم نہ کر سکے، ایک فقیر سیرت درویش نے اپنے اعلیٰ اخلاقی تعلیم سے قلیل عرصے میں پورا کر دکھایا۔“(۲۱)

غرضیکہ بلوچستان میں اصلاح معاشرہ کے لئے صوفیاء کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ انتقامی بدلوں کے روک تھام، قومی و خاندانی جھگڑوں و خصومتوں کے خاتمے، قتل اور دوسری قومی جھگڑوں میں تصفیے کے لئے بدلے میں عورتوں و بچیوں کی بیاہی اور اس جیسے دیگر قبیح رسوات کے خاتمے میں ان صوفیاء کا خصوصی کردار رہا ہے۔ موجودہ دور میں ان قبیح رسوم کے روک تھام اور قبائلی تصفیوں میں کردار ادا کرنے کے حوالے سے جو شیوخ مشہور ہیں ان میں پیر سید زین الدین آغا گیلانیؒ، سید نخبت اللہ آغا عرف کڈی آغاؒ، سید باچا آغا (درویش آباد بلیلی کوئٹہ)، شیخ الشریعت والطریقت سید مولانا عبد الاحد آغا عرف لالک آغا (خانقاہ یعقوبیہ کوئٹہ)، سید عبد الصمد آغا (خانقاہ نقشبندیہ ،صاحب آغا کچلاک)، سید آغا ابراہیم جان قادری اور خانوادہ حضرت سلطان باہوؒ شامل ہیں۔

اسی طرح بلوچستان میں شعراء نے صوفیانہ کلام سے بھی بہت بڑی خدمت کی ہے، پشتون صوفی شعراء میں شیخ بیٹنی (بیٹ نیکہ / بیٹ بابا)، علامہ عبد العلی اخندزادہ، ملا عبد السلام عشے زئی، ملا عثمان اخوند، ملا جان محمد کاکڑ جبکہ بلوچ صوفی شعراء میں ملا فاضل، مست توکلی (طوق علی)، جام درک، جوانسال بگٹی ، جلال فقیر اور مولوی محمد حسین عاجز کے علاوہ سرائیکی وسندہی زبان میں حضرت رکھیل شاہ اور ان کے صاحبزادے حضرت چیزل شاہ قابل ذکر ہیں، جنہوں اپنے کلام میں حمد ونعت، سیرت طیبہ، حقیقت روح، فقر وغناء، صبر ورضا وغیرہ پر صوفیانہ وعارفانہ کلام پیش کئے ہیں۔

نتیجہ بحث:

بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت ، خلق خدا کو تعلیمات نبوی ﷺ سے آراستہ کرنے اور ان کی روحانی آبیاری کے لئے صوفیائے کرام نے شبانہ روز محنت کی ہے۔ ان باصفا ہستیوں کے روحانی اثرات سے اہل بلوچستان نے کما حقہ اکتساب فیض کیا ہے۔ معاشرتی اصلاح میں صوفیاء وخانقاہوں کا ایک اہم کردار ہے جنہوں نے جہالت، توہم پرستی، ضعیف الاعتقادی اور قبیح رسوم کا خاتمہ کیا۔ ان کی تعلیمات کے اثر سے غیر شرعی رسوم کا چلن خاصا کم ہو چکا ہے، علم کی روشنی اور شعور وآگہی پروان چڑھا ہے۔ قبائلی جھگڑوں اور خاندانی دشمنیوں کی بجائے بھائی چارہ اور اخوت کے جذبات نے جگہ لی ہے۔ جابجا دینی مدارس قائم ہیں۔ تبلیغی وفود اور جماعتیں بلوچستان کی دور افتادہ، سنگلاخ اور بے آب وگیاہ علاقوں تک پھیل چکے ہیں۔ تاہم قبائل اقدار وروایات جو غالباً کسی حد تک ایک قبائلی معاشرے کی ضرورت ہیں، اب بھی باقی ہیں، لیکن ان میں زیادہ تر ایسی ہیں جو شریعت

کے منافی نہیں اور جو منافی ہیں تو ان کی شدت میں کمی آتی جارہی ہے۔ غرضیکہ بلوچستان میں جو مسائل انتظامی ادارے، عدالتیں اور حکمران ختم نہیں کرسکتے وہ ان شیوخ، صوفیاء کرام اور درویشوں کے فیوضات سے حل ہو جاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء، ص۱۰۶

۲۔ ایضاً، ۱۰۷-۱۰۹

۳۔ ایضاً، ص۱۷۳

۴۔ خانقاہ یعقوبیہ کا نسبت سید مولانا عبدالاحد آغا کے جدامجد اور سلسلہ نقشبندیہ کے نامور شیخ مفسر تفسیر چرخی، مولانا محمد یعقوب چرخیؒ کی طرف ہے۔

۵۔ یونس ۱۰:۶۲

۶۔ قادری سہروردی، حضرت سلطان حامد بن حضرت شیخ غلام باہو، مناقب سلطانی، لاہور، ملک چنن الدین تاجر کتب قومی، ۱۳۴۵ھ، ص۵۶

۷۔ قیصرانی، ڈاکٹر محمد اشرف شاہین، بلوچستان تاریخ معاشرت، لاہور، یو ایم ٹی پریس، ۲۰۱۷ء، ص۲۰۷

۸۔ ایضاً، ص۲۰۸

۹۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص۲۵

۱۰۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، بلوچستان میں تحریک تصوف، غیر مطبوعہ، ص۱۵

۱۱۔ ایضاً، ص۱۶

۱۲۔ قیصرانی، ڈاکٹر محمد اشرف شاہین، بلوچستان تاریخ معاشرت، ص۲۰۴

۱۳۔ فریدی، مولانا نوراحمد خان، بلوچ قوم اور اس کی تاریخ، ملتان، قصر الادب، ۱۹۶۸ء، ص۳۶۴

۱۴۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، (ڈاکٹر انعام الحق کوثر)، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۷۶ء

۱۵۔ اثیر، عبدالقادر شاہوانی، آئینہ خاران، کوئٹہ، بلوچی اکیڈمی، ۱۹۷۸ء، ص۳۸۰

۱۶۔ میر گل خان نصیر، بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں، کوئٹہ، نساء ٹریڈرز، ۱۹۸۴ء، اشاعت اول انگریزی ۱۹۱۳ء، ص۱۴۵

۱۷۔ قیصرانی، ڈاکٹر محمد اشرف شاہین، بلوچستان تاریخ معاشرت، ص ۲۱۱

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۱۲

۱۹۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۲۳۰

۲۰۔ براہوی، ڈاکٹر عبدالرحمن، بلوچستان میں دینی ادب، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، جامعہ سندھ، غیر مطبوعہ، ص ۶۲-۶۳

۲۱۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۲۳۴